

إنْتِقَالٌ

فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ -

شah عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں عجالہ نافعہ کے نام سے علم حدیث پر ایک مختصر ما رسالہ لکھا تھا ۔ اس میں کچھ تو فن حدیث کے متعلق ضروری معلومات ہیں ، اور اس کے علاوہ ایک مختصر سا " ثبت " ہے ، جس میں صحاح ستہ ، مشکواہ شریف اور حصن حصین کی اسناد بیان کی گئی ہیں ۔ مولانا محمد عبدالعلیم چشتی فاضل دیوبندی نے شah عبدالعزیز کے اس رسالے کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔ اور اس میں جن اسناد اور دوسری باتوں کا ذکر ہے ان کے بارے میں منفصل فوائد لکھے ہیں ، شah صاحب کا اصل فارسی رسالہ ۲۶ صفحے کا ہے اور اردو ترجمہ ۳۱ صفحوں میں آیا ہے ۔ مولانا چشتی صاحب کے "فوائد جامعہ" ، کتاب کے ۲۳ صفحے سے شروع ہوتے ہیں اور ۵۱ پر ختم ہوتے ہیں ۔

رسالہ عجالہ نافعہ علم حدیث کے طالب علمون اور مدرسون کے آکٹر زبر مطالعہ رہتا ہے اور اس کے جو مقامات تشریع طلب ہیں ، ان کے لئے حوالوں کا فراہم کرنا ہر ایک لئے ممکن نہیں ۔ مولانا چشتی نے نہ صرف اس رسالے کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے بلکہ اس میں جو بھی تشریع طلب مقامات تھے ۔ ان کے متعلق حوالوں کی کتابوں سے تمام ضروری معلومات اخذ کر کے کتاب میں جمع کر دی ہیں ۔ اس طرح فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ علم حدیث کے موضوع پر ایک مستقل کتاب ہو گئی ہے ، اور اس کا مطالعہ معلومات افزا بھی ہے اور دلچسپ بھی ۔

شah عبدالعزیز نے اپنے والد شah ولی اللہ کے تسبیح میں کتب حدیث کو مختلف طبقوں میں تقسیم کیا ہے ۔ ان کے نزدیک پہلے طبقے میں حدیث کی صرف

تین کتابیں داخل ہیں :-

- (۱) مؤطا امام مالک -
- (۲) صحیح بخاری -
- (۳) صحیح مسلم -

دوسرے طبقے میں وہ جو ظاہر ہے اس سے کم درجے کا ہے، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، اور سنن نسائی کو شامل کرتے ہیں۔ اسی رسالے میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں -

اور اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو موطا کی اکثر مرفوع حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں، اس اعتبار سے گویا صحیح بخاری موطا کی جامع ہے۔ البته آثار صحابہ و تابعین موطا میں زیادہ ہیں،

غرض شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے نزدیک حدیث کی صحیح ترین کتابیں تین ہیں اور ان تین میں موطا امام مالک کا نمبر سب سے اول ہے اور موطا کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں آثار صحابہ و تابعین زیادہ ہیں -

خاتمه رسالہ میں شاہ عبدالعزیز نے کسی حدیث کے موضوع اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامتیں بتائی ہیں اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں :-

”ایک فرقہ نے بغیر ارادہ بھی حدیثیں وضع کی ہیں، جس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے غفلت اور توهם کی وجہ سے کسی صاحب تجریبہ شخص یا صوفی یا حکماء سابقین میں سے کسی حکیم کا کوئی کلام سنا اور اس کو پیغمبر علیہ السلام سے منسوب کر دیا۔ صرف اس خیال سے کہ ایسا حکیمانہ کلام اور ایسی حکمت کی بات پیغمبر علیہ السلام کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس فرقے کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ اکثر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور بچانے والا ہے۔“

جهان تک مولانا چشتی کے تشریحی فوائد کا تعلق ہے۔ انہیں مختلف کتابوں سے اخذ کرنے میں انہوں نے جو محنت کی ہے اور پھر ان کتابوں کے بارے میں ان کی جتنی وسیع نظر ہے وہ ایک قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ نیز ان سب معلومات کو جمع کرنے میں موصوف نے جس طرح پتہ مار کر کام کیا ہے۔ اس کی پوری داد نہیں دی جا سکتی۔ لیکن اس سلسلے میں ہم نے ایک کمی محسوس کی ہے، جس کی طرف ہم محترم مترجم اور شارح کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

مثال کے طور پر شاہ عبدالعزیز کتب حدیث کے طبقات گنائے ہوئے چوتھے طبقے کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”اس طبقے میں وہ حدیثیں داخل ہیں، جن کا قرون اولی (دور صحابہ و تابعین) میں نام و نشان نہیں ملتا، مگر متاخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے۔ ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو سلف صالحین نے ان کی چہان یعنی کی ہے۔ اور انہیں ان کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ ان کو روایت کرتے، یا ان کی اصل تو پائی، مگر ان میں علت اور قباحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا بہر حال دونوں صورتوں میں حدیثوں پر سے اعتماد آئی گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقیدہ یا عمل کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔“

اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کو غلطی میں مبتلا کیا ہے اور ان کتابوں میں حدیثوں کی بکثرت سندیں دیکھ کر دھوکہ کھا گئے اور ان کے متواتر ہونے کا حکم لگا یہیں اور حزم و یقین کے موقع پر طبقہ اولی اور ثانیہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر اس قسم کی حدیثوں کو سند قرار دے کر ایک نیا مذہب بنایا ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بڑی تصنیف ہوئی ہیں چند کتابوں کے نام درج ہیں۔

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز نے ان کتابوں کے نام دئے ہیں، جن میں اور کتابوں کے علاوہ تفسیر ابن جریر اور فردوس دیلمی بلکہ اس کی تمام تصانیف بھی شامل ہیں ۔

فاضل مترجم اور شارح نے تفسیر ابن جریر کے "فائۂ" میں لکھا ہے ۔

اس سے مراد حافظ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری بغدادی المتوفی ۳۱۰ھ کی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے ۔ اس کے بعد اس تفسیر کے باarse میں حافظ جلال الدین سیوطی کی رائے نقل کی ہے کہ باعتبار قدر و منزلت تفسیروں میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے، پھر اس کے متعلق حاجی خلیفہ کشیف الظنون کا یہ قول نقل کیا ہے ۔ "... لہذا وہ ان وجوہ سے متقدمین کی تفسیروں سے فائق ہے ۔ اسی طرح تفسیر ابن جریر کی نووی نے جو تعریف کی ہے اسے نقل کیا ہے ۔" نووی فرماتے ہیں ۔ آمت کا اس پر اتفاق ہے کہ تفسیر طبری کی طرح کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی ہے ۔ ابو حامد اسفرائیں سے منقول ہے ۔ وہ کہتے تھے اگر کوئی شخص چین تک تفسیر طبری حاصل کرنے کی خاطر سفر کرے تو یہ بھی کچھ زیادہ نہیں ہے ۔ آخر میں ابن جریر کی بعض دیگر تصانیف کے نام بھی دے دیئے گئے ہیں ۔

لیکن شاہ عبدالعزیز نے اپنے رسالے میں تفسیر ابن جریر کا ذکر جس سیاق و سبق میں کیا ہے ۔ آس کی طرف اس "فائۂ" میں کوئی اشارہ نہیں ۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ تفسیر ابن جریر میں جس طرح کی حدیثیں بیان ہوئی ہیں ۔ وہ اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ یا عمل کے ثبوت کے لئے دلیل بن سکیں، اگر یہ رائے صحیح نہیں تھی۔ تو مترجم و شارح کو "فائۂ" میں اس پر کچھ لکھنا چاہیئے تھا ۔ اور اگر یہ رائے صحیح ہے، تو پھر تفسیر ابن جریر کی تعریف میں یہ جو کچھ نقل کیا گیا ہے ۔ آس کے کچھ معنی نہیں رہتے ۔ اور قاری مخصوص میں پڑ جاتا ہے ۔

شاہ عبدالعزیز نے کتب حدیث کے اسی چوتھے طبقے میں فردوس دیلمی کا ذکر کیا ہے ۔ مولانا چشتی صاحب نے اس پر جو "فائۂ" لکھا ہے، آس

میں یہ ہے :- ”محمد بن جعفر الکشانی ”الرسالہ الہ مطرفة“ میں لکھتے ہیں - اس میں مولف نے دس ہزار چھوٹی چھوٹی حدیثوں کو جمع کیا ہے ، جو حروف معجم میں سے تقریباً یہیں حروف پر مرتب ہیں - اس میں سنین نقل نہیں کی ہیں اور پھر یہ بھی نقل کیا ہے کہ آن کے فرزند محدث ابو منصور نے فردوسی الاخبار کو اسماء صحابہ پر مرتب کیا اور ہر حدیث کو سند بیان کیا ہے اور یہی کتاب مسنند فردوس دیلمی کے نام سے مشہور ہے - لیکن شاہ صاحب نے اس کے بارے میں جو رائے دی ہے ، آس کے صواب و ناصواب ہونے کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا گیا -

یہ شک فاضل شارح نے شروع میں لکھا ہے کہ آنہوں نے ”فوائد“ میں صرف اقتباسات نقل کرنے پر اکتنا کیا ہے - اور اپنی طرف سے کچھ لکھنے سے گریز کیا ہے - لیکن ہمارے نزدیک اس سے کتاب کی افادیت میں نقص رہ جاتا ہے - اس کی وجہ سے طالب علم اور مدرس اس سے کما حقہ فائده نہیں اٹھا سکیں گے اور آن کو کسی رائے تک پہنچنے میں دقت ہوگی -

زیر نظر کتاب کے بعض ”فوائد“ میں بعض موضوعات پر بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے اس ضمن میں حضرت عبد الحق محدث دہلوی ہر ”فائڈہ“ کوئی ۳۲ صفحوں پر ممتدا ہے - اس کے پر از معلومات اور مغاید ہونے سے کسے انکار ہو سکتا ہے - اس عظیم شخصیت کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے - آن کی ذات سے مغلوب کے دور اول میں دینی علوم بالخصوص علم حدیث کے فروغ میں جو مدد ملی ، وہ بڑی باہر کت ثابت ہوئی ہے - اور اس کی وجہ سے شمالی ہند میں بھی احادیث کی درس و تدریس کا سلسلہ چل پڑا -

لیکن اس ضمن میں فاضل شارح نے کتب حدیث کے طبقات کی بحث میں شاہ ولی اللہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا جو مقابلہ کیا ہے - آسی کے بارے میں ہماری کچھ معروضات ہیں موصوف لکھتے ہیں :-

... شیخ عبد الحق اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے طریق کار ، انداز فکر اور طرزِ تصنیف میں جو بنیادی فرق ہے ، وہ باسانی سمجھہ میں آ سکتا ہے - بالفاظ دیگر وہ باتیں حسب ذیل ہیں :-

۱ - شیخ موصوف کو تصوف کی زبان میں گفت گوئی اجازت نہیں - اور شاہ ولی اللہ پر اس باب میں کوئی فائدہ نہیں -

۲ - شیخ عبد الحق جمہور آمت کے مسلک سے سرمود انحراف روا نہیں رکھتے ، شاہ ولی اللہ اپنے افکار میں کہیں کہیں منفرد بھی نظر آتے ہیں -

۳ - شیخ موصوف وسعت نظر میں فائق ہیں تو شاہ ولی اللہ دقت نظر میں ممتاز ہیں -

۴ - شیخ عبدالحق محقق ہیں اور شاہ ولی اللہ منکر ہیں - شاہ صاحب موصوف کی نظر ہمہ گیر اور افکار کا دائروہ نہایت وسیع ہے - دونوں بزرگوں کا اس طرح مقابلہ کرنے کے بعد فاضل شارح و مترجم فرماتے ہیں :-

با اینہمہ فضل و کمال شاہ ولی اللہ نے طبقات کتب حدیث کی بحث میں بالغ نظری کا ثبوت نہیں دیا - آن کا دائروہ فکر اس باب میں محدود ہو گیا ہے

ایک تو وسعت نظر اور دقت نظر اور محقق اور منکر میں کیاچیز ما بہ الامتیاز ہے ، اس کا تعین بڑا مشکل ہے دوسرے ”جمہور آمت“ کے مسلک سے سرمود انحراف روانہ رکھنے کی کچھ وضاحت ہونی چاہئے تھی - اگر جمہور آمت سے مراد اس وقت کے هندوستانی مسلمان تھے - جنمیں فقہ حنفی میں بڑا غلو تھا تو صحیح ہے - لیکن اگر آمت کے دائروے میں دوسرے ملکوں کے مسلمان بھی آتے ہیں ، تو شارح کی یہ تعبیر صحیح نہیں

بے شک کتب حدیث کے طبقات کے تعین میں دونوں بزرگوں کے الگ الگ مسلک ہیں - شیخ عبد الحق محدث کے پیش نظر حقیقت کی تائید تھی - اس لئے انہیں بخاری و مسلم کی اقدمیت کا انکار کرنا بڑا - شاہ ولی اللہ ایک اور مسلک کے داعی تھے - اسی لئے انہوں نے جہاں بخاری و مسلم کو مقدم مانا ، آن سے اوپر موطا کو جگہ دی اب اسے شاہ ولی اللہ کی بالغ نظری کے فقدان کی دلیل بنانا کچھ زیادتی سی ہے - ان دونوں بزرگوں کے زمانوں میں